ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

القول المتین

سنہ ۱۳۶۸ھ

فی اقامۃ و التاذین

جس میں

آذان کی ابتدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مؤذنوں کا مفصل حال نہایت شرح و بسط سے تحریر ہے

بتالیف

عالم ربانی عارف یزدانی حضرت مولانا سید اصغر حسین

صاحب رحمہ اللہ حسنی حنفی محدث دار العلوم دیوبند

باہتمام

حافظ محمد ارشد عثمانی

منیجر کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی

دیوبند یو۔پی

(مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی)

القول المتین

فی

الاقامۃ والتاذین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارحم الرحمین اور شافی مطلق کی تعریف سے زبان قاصر ہے اور اُس حکیم اُمّت اور سراپا رحمت کی خوبی بیان سے باہر ہے خدا کے ہزاروں درود ہوں اُس دوائے دِل دردمنداں سچے نبیؐ پر اور اُس کے آل واصحاب پر۔ بندہ فقیر راقم ماہ رجب ۱۳۲۳ھ میں سخت بیمار رہا۔ انسان کی ناپائدار ہستی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ خدائے تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی اور کسی قدر مرض زائل ہوگیا تو یہ رسالہ نہایت سچّی اور خالص اِسلامی باتوں سے تالیف کر کے مرتب کردیا اور اذان کے متعلق بہت ہی صحیح روایات اور دلچسپ وکارآمد باتیں لکھدیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس علم سے انسان کے بعد لوگوں کو نفع پہنچے وہ صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ شاید خدائے تعالیٰ کے دیندار بندے اس سے نفع اُٹھائیں اور فقیر مسکین کے لئے باعثِ فلاح ہو۔

شریعت وسُنت کی پابندی اِس زمانہ میں بہت کچھ چھوٹ گئی اور چھوٹتی جاتی ہے کچھ لوگ تو دین سے ایسے بے خبر اور غافل ہوئے کہ گویا اُن کو کچھ تعلق ہی نہیں اور بعض لوگوں نے ایسی باتوں کو دین سمجھ لیا جو دین کو خراب کرتی ہیں طرح طرح کی بدعتیں لوگوں نے ایجاد کرلیں عقیدہ درست نہیں۔ ایمان کی باتیں جانتے نہیں نماز روزے کے مسائل سے واقف نہیں مگر بدعتوں پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ عین ایمان سمجھتے ہیں۔ بعض خدا کے بندے ناحق مولویوں نے خلقت کی گمراہی کا ٹھیکا لے لیا ہے۔ جب وعظ کہیں گے وہی بے سروپا باتیں اور اختلافی مسائل شروع کردیں گے جن سے غریب عوام کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ دین کی باتوں پر خود ہی عمل نہیں کرتے دوسروں کو کیا بتلادیں۔

بہت سے دیندار ناواقف مسلمان ایسے سیدھے سچے ہیں کہ دین کی بات جہاں سے اُنکو ملجائے اُسکے پابند ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ بتلانے والے بہت کم ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات

ومعاملات کا تو کبھی ذکر بھی نہیں آتا۔ اگر بہت محبت کا جوش ہوا تو دو چار معجزے بیان کر دیئے وہ بھی صحیح روایات سے نہیں بلکہ ضعیف اور گڑھنتی۔ مسائل کا بیان کرنا تو اُن کی شان سے بعید ہے۔ خیر اس شکایت سے کیا فائدہ خدا تعالیٰ اُنکو اور ہمکو صراط مستقیم دکھا کر خاتمہ بخیر کرے۔ اب میں ایک ضروری بات بیان کر کے اپنا رسالہ شروع کرتا ہوں

ایک ضروری اور قابلِ خیال التماس

ہر شخص کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی میں یہ اثر ہے کہ وہ جنت کی طرف کھینچ لیجائے بعض دفعہ دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں یا نیت کے خلل سے اُس کا اثر رک جاتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اُس میں جنت تک پہنچانیکی تاثیر موجود ہے۔ پس تم کسی چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو کیا عجب ہے کہ خدا کی درگاہ میں وہی قبول ہو جائے اور تم کو جنت میں پہنچا دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض دفعہ آدمی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کی پروا اور خیال بھی نہیں کرتا مگر وہی بات اُسکو جنت میں لیجاتی ہے۔ اسی طرح چھوٹے سے چھوٹے گناہ میں یہ اثر رکھا ہوا ہے کہ وہ اپنے کرنیوالے کو دوزخ میں جا گرا دے اگرچہ بعض دفعہ دوسری نیکیوں کے اثر سے اُس کی بُرائی کم ہو جائے۔ یا رحمتِ خداوندی اُسکو معاف کر دے لیکن اُس کے بُرے اثر کا انکار نہیں ہو سکتا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی آدمی ایسی بات کہتا ہے کہ اُسکو گناہ نہیں سمجھتا اور اُسکا کچھ ملال و خیال نہیں ہوتا لیکن وہی بات اُسکو دوزخ میں لیجاتی ہے۔ اس بات کی ایسی مثال سمجھو کہ ایک بہت گرم دوا کو اگر سرد اجزا کے ساتھ ملا کر دیں تو اپنا پورا اثر اور سخت گرمی ظاہر نہ کر سکے گی لیکن اُسکی گرم تاثیر اور اصلی اثر اُس میں موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی بہت سرد دوا کو گرم چیزوں کے ساتھ شامل کر دیں تو کامل سردی اور اعلیٰ تاثیر اُسکی ظاہر نہ ہوگی لیکن اُسکی اصلی تاثیر سردی کا کون عاقل انکار کر سکتا ہے۔ الغرض جو ادنیٰ نیکی بھی تمہارے مقدور میں ہو اُسکو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور کسی چھوٹے سے گناہ کو بھی کم سمجھکر کبھی اُس کے قریب مت جاؤ۔ اس چند ورق کے رسالہ میں جو مسائل تم کو ملجائیں اُنکو یاد رکھو اور نصیحتوں پر عمل کرو۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ[1]

مسجدِ نبوی کی تعمیر اور اذان کے شروع ہونے کا ذکر

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو کوئی مسجد نہ تھی ویسے ہی جہاں موقع ملتا اور وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے تھے۔ چند روز بعد آپ کو خدائے تعالیٰ نے مسجد بنانے کا حکم فرمایا۔ بنی نجار (قبیلہ کا نام ہے) کے لوگوں کی زمین پڑی تھی جو مسجد کے مناسب تھی اس میں کبھی مدت سے مشرکین

[1] اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی مدد کرنیوالا ہے ۱۲۔

کی قبریں تھیں کچھ کھنڈر پڑے ہوئے تھے اور کھجور کے درخت کھڑے تھے آپ نے بنی نجار کو بلایا وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے اسی اونٹنی پر سوار تھے۔ وہ لوگ آکر آپکو چار طرف سے گھیر کر کھڑے ہوگئے کہ یا حضرت کیا ارشاد ہے آپ نے فرمایا کہ تم مسجد کیلئے یہ جگہ ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ وہ سب چونکہ مسلمان تھے سب نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم اسکی کچھ قیمت نہ لیں گے خدائے تعالیٰ سے اجر لیں گے اُنھوں نے ہر چند اصرار کیا مگر چونکہ وہ لوگ غریب تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں یہ نعمت لکھی تھی کہ مسجد کے لئے اُن کے مال سے زمین خریدی جائے۔ اسلئے آپ نے مفت لینا پسند نہ کیا اور دس دینار کو معاملہ فرمالیا۔ حضرت ابوبکر نے نہایت خوشی سے زمین کی قیمت دس دینار اپنے پاس سے ادا کئے۔ (سبحان اللہ کیا نیک بختی اور خوش قسمتی تھی) آپ نے کھنڈر کی دیواروں اور قبروں کو اُکھڑوا کر برابر کرا دیا اور درخت کاٹ دیئے پھر مسجد بننی شروع ہوئی۔ صحابہؓ پتھر اُٹھا اُٹھا کر خود ہی مسجد بناتے اور دین و دنیا کے سردار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے شریک حال تھے دو کھجور کے درخت کھڑے کرتے اور درمیان میں پتھر لگاتے چلے جاتے تھے۔ صحابہ خوشی اور جوش میں رجز پڑھتے تھے (آدمی کام کرتے ہوئے دل بہلانے کو جو مصرعے اور فقرے جوڑ کر پڑھنے لگتا ہے اسکو رجز سمجھنا چاہیئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے ساتھ دعا کے کلمات[۱] بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے اسی طرح مسجد بن گئی۔ اور ستون کی جگہ بھی کھجور کے سوکھے درخت کھڑے کرکے اُن پر کھجور کے پتّے اور شاخیں ڈالدیں (اللہ اللہ یہ سیدھی سادی مسجد تھی اُس سرور کائنات کی۔ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ؕ

اب مسجد تو بن گئی مگر نمازیوں کے بلانے کیلئے کوئی علامت نہ تھی جس سے وقت پر سب جمع ہوجاویں ویسے ہی اٹکل سے اکھٹے ہو جاتے جس سے تکلیف و دقت اور کام میں حرج ہوتا تھا جو کوئی جماعت سے رہ جاتا اُس کو سخت صدمہ ہوتا تھا کیونکہ وہاں ایک ہی جماعت ہوتی تھی۔ یہ بچوں کا کھیل وہاں نہ تھا کہ دو چار آئے اور جماعت کر گئے پھر پانچ سات نے آکر جماعت کرلی آجکل لوگوں نے خوب آرام طلبی کی تدبیر نکالی ہے۔ اذان ہوکر گھنٹے گذر جاتے ہیں اُن کے یہاں ٹل قافیئے اور حقّہ کے دم اُڑتے رہتے ہیں جب جی چاہا اُٹھے اور مسجد میں جاکر ایک کو آگے کرکے دوسری تیسری چوتھی جماعت کرلی۔ اول جماعت کا غم اُن کے دشمنوں کو ہو۔ انکو کیا پروا ہے۔ یوں نہیں جانتے کہ جماعت جو کچھ ہے وہ اول ہی ہے ستائیس ۲۷ درجہ کا ثواب اول ہی جماعت

[۱] وہ کلمات یہ تھے اللّٰھم لا خیر الا خیر الآخرۃ فانصر الانصار والمہاجرۃ (یعنی بھلائی اور نفع اگر قابل اعتبار ہے تو آخرت ہی کا ہے یا اللہ مہاجرین اور انصار کی مدد فرما) اور کبھی کہتے تھے اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ یعنی آخرت کی مزہ دار زندگی کے سامنے دنیا کی زندگی ہیچ ہے۔ یا اللہ مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما ۱۲۔

میں ہے۔ اوّل ہی جماعت کے چھوڑنے پر اس سراپا رحمت شفیق اُمت کو اس قدر غصہ آیا کہ جی چاہتا ہے کہ جا کر اُن کے گھر کو آگ لگا دوں جو مسجد میں جماعت کے وقت نہیں آتے۔ خیر خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو اوّل جماعت پڑھنے کی توفیق دے۔ الغرض مشورہ ہوا کہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہیئے جس سے وقت معلوم ہو جایا کرے کسی نے کہا کہ مجوس کی طرح آگ جلا دیا کرو اُسے دیکھکر لوگ آجایا کریں گے۔ کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بجایا کرو۔ کسی نے کہا کہ یہود کی طرح قرن (سنکھ یا نرسنگھ) بنالو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رایوں کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے وقت ایک آدمی کھڑا ہو کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکار دیا کرے۔ اس پر عمل ہوا مگر کسی عمدہ تدبیر کی فکر میں سب تھے کہ عبداللہ بن زید صحابی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش آدمی (جو حقیقت میں فرشتہ تھا) ناقوس لے رہا ہے (ایک لکڑی کو دوسری لکڑی پر مارتے ہیں اُسی کو ناقوس کہتے ہیں) اُنھوں نے پوچھا کہ فروخت کرتے ہو اس فرشتہ بصورت آدمی نے کہا کہ تم کیا کروگے صحابی نے جواب دیا کہ نماز کے وقت بجا کر لوگوں کو بلایا کریں گے۔ اُس نے کہا کہ لو سُنو ہم تم کو اس سے بھی عمدہ ترکیب بتلاتے ہیں۔ صحابی نے کہا کہ بتلاؤ۔ فرشتہ نے یہی اذان کہکر سنائی جو آجکل پانچ وقت پکاری جاتی ہے اور کہا کہ نماز کے وقت ہمیشہ اسی طرح پکار دیا کرو۔ صحابی جاگ پڑے اور رات ہی سے اُٹھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دروازے پر دستک دی آپنے اندر بلا لیا اُنھوں نے سارا قصہ بیان کیا (چونکہ بذریعۂ وحی اس خواب کی تائید ہو گئی تھی) آپنے فرمایا کہ تمہارا خواب نہایت مبارک اور حق ہے جاؤ تم اور بلال مسجد میں جاؤ تم بتلاتے جاؤ اور بلال اذان پکارتے جائیں اُنکی آواز بلند ہے۔ اذان پکاری گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسی جلدی دوڑے ہوئے آئے کہ چادر زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت میں نے اسی طرح خواب میں دیکھا ہے آپ نے فرمایا الحمد للہ۔ مگر عبداللہ تم سے آگے ہو گئے۔ (یعنی پہلے آکر خبر دی) جب عبداللہ بن زید کی خواب کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعۂ وحی کے فرمائی اور ہمیشہ کے لئے اسی پر عمل درآمد ہو گیا تو اُن کو نہایت خوشی ہوئی اور اس خوشی میں بہت سے اشعار خدا کی حمد و نعت اور اظہار شکر کے لئے کہے **فائدہ ضروری و کارآمد** جب اذان جاری ہوئی تو پانچ وقت ایک طرح پر تھی صبح میں جو اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہتے ہیں یہ نہ تھا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں) بلال سے فرمایا کہ اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ اب شیعہ مذہب کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب عمر کو اتنا اختیار تھا کہ اذان میں اتنا فقرہ بڑھا دیا تو اگر ہم نے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اور عَلِیٌّ خَلِیْفَۃٌ بِلَا فَصْلٍ زیادہ کر لیا تو کیا خطا کی۔ اب احقر مفصل قصہ لکھتا ہے جس سے سارا شبہ دور ہو جائے گا۔

جب اذان جاری ہوئی تو پانچ وقت ایک طرح پر تھی صبح میں جو اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہتے ہیں یہ نہ تھا ایک روز صبح کو حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کیلئے بلانے کو آئے تو آپ آرام میں تھے۔ بلالؓ نے کچھ اور کہنا تو گستاخی سمجھا بلند آواز سے اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم (یعنی نیند سے نماز بہتر ہے) کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بیدار ہو گئے اور فرمایا کہ اے بلالؓ یہ تو بہت ہی اچھا کلمہ ہے اسکو صبح کی اذان میں کہا کرو۔ آپ کے حکم سے (جو فی الحقیقت خدا کا حکم تھا) یہ زیادتی صبح کی اذان میں ہو گئی اور ہمیشہ جاری رہی (یہ روایت بھی ترمذی میں ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد مؤذنوں کی غفلت سے یہ کلمہ صبح کی اذان میں چھوٹ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چونکہ سنت نبوی کے جاری رہنے کا بہت بڑا خیال اور اہتمام تھا لہذا سردار مؤذنان حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کر دی کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو کہا کریں تاکہ اُن کی پیروی سے دوسرے مؤذن بھی کہنے لگیں اور سب کو تاکید ہو جاوےؔ۔ اب ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف تاکید کر کے جاری کرنے والے ہیں۔ نہ کہ ایجاد کرنے والے ؛

اذان کی حقیقت

اذان ایک نہایت ہی جامع اور مختصر کلام ہے جس میں اعتقاد اور عمل دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اول کہا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب سے بڑا ہے کوئی اُس کا ہمسر اور برابر نہیں اس کے بعد توحید کو ثابت کیا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کی ذات وصفات میں شریک نہیں اُس کے بعد نبوت کے اعتقاد کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ بیشک صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول اور نبیؐ ہیں جب نبیؐ کی رسالت و نبوت کا اقرار ہو چکا تو حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہکر اعمال صالح کی طرف بلایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان عبادات کی فرضیت اور ترکیب ادا سب نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہے کوئی عقلی بات نہیں جب تک خدا کی توحید اور نبیؐ کی رسالت کا اقرار نہ ہو اعمال کی پرسش اور قدر نہیں۔ اس کے بعد پھر خدا کی بڑائی (اللہ اکبر) سے جتلا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہدیا جس سے یہ مطلب ہے کہ تمام دنیا فانی ہے خدا کے سوا

سلہ اور ایک دوسری بات بھی ہے جو عمرؓ کی شان کے نہایت مناسب ہونے کی وجہ سے زیادہ تحقیق معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ صبح کی اذان میں یہ کلمہ چھوٹا نہیں تھا بلکہ جاری تھا حضرت بلال رضؓ نے جب آپکو بلانیکے لئے صبح کو چند بار الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ تب آپنے اپنی پُر احتیاط اور انتظامی طبیعت کے موافق ارشاد فرمایا کہ اس کو اذان ہی میں کہا کرو میرے بلانے کیلئے استعمال نہ کرو تاکہ آئندہ کو حکام اور سردار اس کی رسم کر کے اپنے لئے ہمیشہ کو مقرر نہ کرلیں ۱۲۔

کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں تاکہ بندہ اپنی چند روزہ زندگی اور خدائے تعالیٰ کی بقا پر یقین کر کے مولیٰ کی عبادت میں دل لگا دے اور دنیا سے یکسو ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ اذان اگرچہ پکارنے اور بلانے کیلئے ہے لیکن اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان اذان کو سن کر اپنے ایمان کو تازہ اور کامل کرے پھر نماز کا قصد کرے کیونکہ ایمان شرط ہے اعمال کی مقبولیت کیواسطے اسی واسطے مسنون ہے کہ جب مؤذن اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو سننے والا یہ دعا پڑھ لے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا

اذان کا جواب

جب مؤذن اذان دے تو تم اسی طرح آہستہ آہستہ کہتے جاؤ البتہ جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتا ہے تو تم یہ کلمے نہ کہو بلکہ ان کے جواب میں ہر دفعہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہو اور جب صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہتا ہے تو تم اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہو اور جب اذان ختم ہو جاوے تو پانچوں وقت یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ اِنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ انِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ فقیر حقیر کے خیال میں اسی قدر الفاظ کا پڑھنا بہتر ہے جو حدیث میں وارد ہیں اور دو چار فقرے جو اس سے زیادہ ہیں انکا پڑھنا اگرچہ جائز ہے مگر صحیح روایات میں وہ موجود نہیں۔ لہٰذا اسی قدر پڑھنا بہتر ہوگا اس دعا کو پڑھنے والے کیلئے جنت میں داخلی کی بشارت اور خوشخبری وارد ہے۔ اس کے علاوہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو سُنکر وہ دعا پڑھنا چاہیئے جو پہلے گذر چکی اس کو خالص دل سے پڑھنے والے کیلئے گناہوں کی معافی کا مژدہ دیا گیا ہے اگر بے وضو ہو یا غسل کی ضرورت ہو تب بھی اذان کا جواب دینا چاہیئے۔ اگر قرآن مجید پڑھتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ٹھیر جائے اور اذان کا جواب دے اگر نماز پڑھتے ہوئے اذان سُنے تو جواب نہ دینا چاہیئے۔ اگر کئی طرف سے اذان کی آواز آ رہی ہے تو جو مسجد اپنے محلّہ کی ہو یا سب سے قریب ہو اس کا جواب دے۔ ایک دفعہ اذان سُنی اور جواب دے چکا اب اگر دوسری مسجدوں میں سے آواز آدے تو اُن کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں جو شخص مسجد میں موجود ہے اُسکو اذان کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں لیکن اگر دے تو بہت ثواب پاوے یہ تو سب جانتے ہیں کہ قضائے حاجت اور پیشاب وغیرہ کے وقت اور برہنہ ہونے کی حالت میں جواب دینا جائز نہیں۔ صرف زبان سے جواب دیکر نہ بیٹھ رہے۔ بلکہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو مسجد میں حاضر ہو کر با جماعت نماز پڑھے اور ستائیس ۲۷ درجہ کا ثواب حاصل کرے۔

اذان کی بزرگی اور فضیلت

اذان بڑا متبرک کلام ہے جس میں عقیدے کی درستی اور اعمال کی ترغیب کو جمع کر دیا ہے کیوں نہو جب بطور وحی اور الہام کے خدائے پاک نے تعلیم کرایا ہو شیطان اسکو سُنکر کوسوں بھاگتا ہوا بے حواس ہو کر چلا جاتا ہے۔ اذان سے ایسا ڈرتا ہے جیسے کوتوال سے چور بدمعاش۔ نماز کیوقت پھر آموجود ہوتا ہے۔ قرآن اور نماز سے اتنا نہیں ڈرتا۔ جیسے منصف صاحب اور تحصیلدار صاحب سے چور ٹے اور بدمعاش اِس قدر نہیں ڈرتے جتنا کوتوال اور کانسٹبل سے ڈرتے ہیں۔ جہانتک اذان کہنے والے کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن وہاں تک کی سب چیزیں اُسکے ایمان کی گواہی دیں گی۔ سات برس خالص نیت سے اللہ کیواسطے اذان کہے تو اُس کیلئے دوزخ سے نجات اور جنت کی خوشخبری ہے اور بارہ ۱۲ برس کہنے پر بھی یہی جنت کی خوشخبری وارد ہے۔ **نکتۂ عجیب** سات برس اذان پکارنے پر اُسکو جنت ملیگی جسکی عمر کم ہو یعنی ستر برس یا اس سے کم ہو اور بارہ ۱۲ برس پر اُس کیلئے جسکی عمر زیادہ ہو یعنی ننو برس یا اسکے قریب یا ایک سو بیس ۱۲۰ برس **حدیث** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب کر لیتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ کو اگر ارادہ کر کے چھوڑ دیا تو کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر کر بھی لیا تو ایک ہی لکھا جاتا ہے۔ پس اسی حساب سے جسکی عمر ستر برس کے قریب قریب ہوئی تو سات برس اذان کہنے پر جنت ملیگی کیونکہ سات دہائی ستر گویا اُس نے تمام عمر اذان کہی اور جسکی عمر ایک سو بیس برس ۱۲۰ یا کچھ کم و زیادہ ہوئی تو اُسکو بارہ ۱۲ برس کہنے پر جنت ملیگی۔ کیونکہ بارہ ۱۲ دہائی ایک سو بیس ۱۲۰ ہوتی ہیں۔ گویا اُس نے تمام عمر اذان کہی۔ یہ قابل یادگار نکتہ محدثینِ علام کا فیض ہے۔

روایتِ عجیب بطور تمثیل ثوابِ اذان

حضرت یوسف علیہ السلام نے مُلکِ مصر میں قحط کے زمانہ میں غلہ کا نہایت عمدہ انتظام فرمایا۔ ذخیرہ جمع کر کے لوگوں کو قیمت پر اور محتاجوں کو مفت غلہ دلواتے تھے ایک روز ایک شخص نے آکر سوال کیا۔ آپ نے معمولی طور سے غلہ دلوا دیا۔ تھوڑی دیر میں پھر آکر کھڑا ہوا آپ نے کچھ اور دلوا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا خیال تو کر غلہ کی کس قدر گرانی اور لوگوں کو کس درجہ پریشانی ہے دو دفعہ لے چکا اب پھر آگیا۔ اُس نے عرض کیا کہ اگر میرا حال آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ میرا سوال رد نہ کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حال پوچھا اُس نے کہا

کہیں وہی لڑکا ہوں جسنے شیر خواری کی حالت میں آپکی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ اب جوان ہوگیا ہوں یوسف علیہ السلام یہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور اسکو کئی من غلہ اور بہت سا مال نقد دیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے یوسف (علیہ السلام) جس نے ایک دفعہ تمہاری پاکدامنی کی شہادت دی تم نے اسکو اسقدر نوازا بھلا جو شخص ہر روز ہماری توحید کی شہادت اور گواہی دے اسکو ہم کسقدر نوازیں گے کیونکہ ہم سب سے زیادہ سخی اور مہربان ہیں۔ پس اے مسلمانو جو موذن پانچ وقت خدائے تعالیٰ کی توحید اور بڑائی کی گواہی پکارے اُس پر کیوں خدائے تعالیٰ کی خاص رحمت نازل نہ ہوگی۔ چونکہ ہر شخص موذن نہیں بن سکتا۔ لہذا ایک ایسی دعا لکھی جاتی ہے جسمیں خدائے تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی گئی ہے اسکو صبح و شام پڑھنا چاہیئے حدیث شریف میں اسکے پڑھنے پر بہت بڑا ثواب اور خوشخبری فرمائی گئی ہے۔ صبح کو نماز کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے اس طرح پڑھنا چاہیئے اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَنُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَآئِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اور مغرب کی نماز کے بعد عشاء کی وقت سے پہلے پہلے بھی یہی دعا پڑھے مگر اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا کی جگہ اَللّٰهُمَّ اَمْسَيْنَا پڑھے۔ ایک دفعہ پڑھنا بھی کافی ہے لیکن اگر صبح و شام چار چار مرتبہ پڑھا کرے تو زیادہ ثواب اور فائدہ ہو (اگر حفظ یاد نہ ہو سکے تو اسی کتاب میں دیکھکر دونوں وقت پڑھ لیا کرے کچھ عرصہ میں یاد ہو جائیگی) اگر جنگل میں کوئی جن بھوت خبیث ملجاوے تو اذان پکار دو بھاگ جائیگا۔ اذان کے بعد مقبولیت دعا اکثر ہوتی ہے

اذان کے متعلق ضروری مسائل

کانوں میں انگلی رکھ لینا اذان کے وقت مسنون ہے اس سے آواز بلند ہوتی ہے سوراخ کے پاس دو رگیں ہوتی ہیں انکو دبا لینا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کانوں کو بالکل بند کرلے۔ موذن کیلئے ضروری ہے کہ وقت کی پہچان اور شناخت ہو ورنہ وہ ثواب نہ ملیگا جو حدیث میں آیا ہے۔ موذن نیک بخت صالح چھانٹ کر رکھنا چاہیئے۔ بدکار فاسق کی اذان مکروہ ہے اگر کوئی ایسا موذن ملجائے جو اذان کی اجرت نہ لے تو

۵ یوسف علیہ السلام سے جب زلیخا نے اپنا مقصد پورا کرنے کیلئے اصرار کیا وہ دروازہ کی طرف دوڑے زلیخا نے آپکا کرتہ پکڑ لیا جو چاک ہوگیا۔ دروازے کے پاس زلیخا کا خاوند عزیز مصر بھی آگیا اسکو دیکھکر زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی طرف تہمت کردی کہ میرے ساتھ ان کا برا ارادہ تھا عزیز کو فکر ہوئی کہ خطا کس کی ہے زلیخا کی رشتہ داروں میں ایک دودھ پیتے بچہ نے گواہی دی کہ کرتہ کو دیکھ لینا چاہیئے اگر آگے سے چاک ہوا ہے تو یوسف کی خطا ہے زلیخا سچی ہے۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی اور یوسف علیہ السلام سچے ہیں دیکھا گیا تو پیچھے سے چاک ہوا تھا۔ اسکو آپکے بے خطا ہونیکا یقین ہوگیا۔ ۱۲

سبحان اللہ بہت ہی اچھا ہو ورنہ خیر یوں کہدینا چاہیے کہ مسجد کی سب خدمتوں پر اسقدر تنخواہ ملے گی۔ مگر اذان پر کچھ نہیں اُسکو خدا کیواسطے کہنا۔ بے وضو اگر اذان کہدے تو درست ہے مگر اسقدر ثواب نہیں ملتا جتنا باوضو کو ملتا ہے۔ غسل کی حاجت والا اگر اذان کہدے تو معتبر نہیں اُسکو لوٹانا چاہیئے۔ لڑکا اگر ہوشیار سمجھدار ہو تو اُس کی اذان معتبر ہے اگرچہ بالغ نہو۔ اذان کو مسجد میں کہے یا مسجد کے اُس پاس کسی ٹیلے یا مکان اور منارے پر کھڑا ہو کر پکار دے دونوں طرح درست ہے بعض لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اذان مسجد کی بائیں جانب ہونا ضروری ہے اور تکبیر داہنی طرف اسکی کچھ اصل نہیں جسطرف کھڑا ہو کر چاہے کہدے اختیار ہے ہر طرف جائز اور درست ہے۔ اذان کے درمیان میں اگر بات کرنے لگا تو از سر نو دوبارہ کہے۔ اگر غلطی ہو گئی تو غلطی کو درست کردے۔ لوٹانا ضروری نہیں۔ عورت نے اگر اذان کہی تو لوٹانا بہتر ہے۔ اگر نہ لوٹائی جائے تو بھی کافی ہے۔ ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان کہے یہ مکروہ ہے۔ ایک مسجد میں دو تین چار مؤذن اذان کہیں تو جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ایک کے بعد دوسرا کہے۔ اور اگر دُور دُور کھڑے ہو کر ایک ساتھ ملکر کہیں تب بھی جائز ہے۔ تنہا عورتوں کی جماعت (مکروہ تحریمی ہے) نہ چاہیئے لیکن اگر کریں بھی تو اذان اور تکبیر کچھ نہ کہیں۔

عورت خواہ تنہا پڑھے یا جماعت سے اُس کیلئے اذان و تکبیر مسنون نہیں۔ کوئی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں اگر اتفاقیہ ہو جائے تو جب وقت ہو جائے لوٹانا چاہیئے۔ ایک دفعہ حضرت بلال رضؓ نے رات سے اذان کہدی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں سو گیا تھا جلدی میں اُٹھکر سمجھا کہ صبح ہو گئی آپنے فرمایا کہ اچھا پکار کر کہدو کہ مجھ سے غفلت ہوئی (ابھی وقت نہیں ہوا) اذان اور تکبیر میں مغرب کے سوا اتنی دیر ہونی چاہیئے کہ قضائے حاجت والا فراغت کر کے جماعت میں شریک ہو سکے۔ کھانے والا کھانا تمام کر سکے۔ اگر اتنی دیر نہ ہو سکے تو کم از کم چار رکعت کا فاصلہ کرنا ہی چاہیئے البتہ اگر کوئی سخت ضرورت ہو یا وقت تنگ ہو گیا تو مضائقہ نہیں۔ اذان کے بعد اگر اتفاقیہ کبھی کسی کو دوبارہ اطلاع کر کے بلالیں تو جائز ہے۔ مگر ہمیشہ کیلئے اسکی عادت مقرر کرلینا ٹھیک نہیں۔ ہاں اگر کوئی قاضی مفتی اسلامی حاکم ہر وقت مسلمانوں کے کام میں مصروف ہے اُسکو ہمیشہ جماعت کی اطلاع کردینا درست ہے۔ نابینا کو مؤذن مقرر کرنا جائز ہے جبکہ اُس کو کوئی وقت بتلانیوالا موجود ہو۔

جس مسجد میں اذان ہو گئی ہو وہاں سے بدون نماز پڑھے چلا جانا سخت مکروہ ہے البتہ اگر تھوڑی دیر کا کام ہے اُسے کر کے واپس آکر جماعت میں شریک ہونیکا ارادہ رکھتا ہے تو نکلنا مکروہ نہیں۔ جو شخص دوسری مسجد کا مؤذن ہے یا امام ہے اُسکو بھی جائز ہے کہ یہاں سے نکلکر اپنی مسجد میں چلا جاوے۔ جو شخص نہ مؤذن ہے نہ امام لیکن اُس کی وجہ سے نماز اور جماعت کا انتظام درست رہتا ہے اور موجود نہ ہونے سے

بدانتظامی ہوجاتی ہے۔ اس کو بھی جائز ہے کہ اذان کے بعد دوسری مسجد سے نکل آوے اور اپنی مسجد میں آکر نماز ادا کرے۔

مؤذن کو مسجد کی خدمت کے بدلے میں قربانی کا چمڑا یا صدقہ فطر کا غلہ دینا ہرگز جائز نہیں ؛

اقامت یعنی تکبیر کا بیان اور ضروری مسائل

بہتر یہ ہے کہ جس نے اذان کہی وہی تکبیر کہے لیکن اگر اُسکو رنج نہ ہوتا ہو تو دوسرے کا کہنا بھی بلا کراہت درست ہے اور اُسکو اگر رنج ہوتا ہے تو دوسرے کا کہنا مکروہ ہے۔ تکبیر اُن نمازیوں کی بلانے کیواسطے ہے جو مسجد میں موجود ہیں پس اتنی بلند آواز سے کہنا چاہیئے کہ سب جمع ہوجادیں تکبیر کا جواب بھی اسی طرح ہے جسطرح اذان کا لیکن قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے جواب میں اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا کہنا چاہیئے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ سُنکر امام کو نماز شروع کردینا چاہیئے۔ اور اگر پوری تکبیر ختم ہونیکے بعد شروع کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ تم اُسوقت اللہ اکبر کہو جبکہ امام نے کہہ لیا ہو۔ امام سے پہلے ہرگز مت کہو اور نہ اس کے ساتھ ساتھ۔ اگر کسی مقتدی کو بھی تکبیر نہ آتی ہو تو نمازیوں کے برابر کھڑا ہوکر امام خود ہی تکبیر کہہ لے اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ پر پہنچے تو آگے بڑھ جائے۔ اگر تم نمازِ فرض اپنے مکان پر یا مسجد میں ادا کرچکے ہو اور پھر کسی کام کو مسجد میں گئے وہاں تکبیر ہوکر نماز ہونے لگے تو تم کو چلا آنا مناسب نہیں بلکہ نفل کی نیت کرکے جماعت میں شریک ہوجاؤ۔ لیکن فجر یا عصر یا مغرب میں ایسا اتفاق ہو تو شریک نہونا چاہیئے یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کا ہے۔ تم نماز کسی مسجد میں پڑھا کرتے ہو اور کسی ضرورت کو کسی دوسری مسجد میں گئے تھے وہاں جماعت ہونے لگی اور تکبیر ہوگئی تو آج وہیں پڑھ لو یہ نہیں کہ اس جماعت کو چھوڑ کر اپنی مسجد میں چلے آؤ وہاں اگر تم امام یا مؤذن و منتظم ہو تو آنے میں حرج نہیں۔ جب تکبیر ہوجائے تو سُنّت پڑھنا شروع مت کرو فرض میں شریک ہوجاؤ۔ لیکن خاص صبح کی نماز میں تکبیر ہولینے اور نماز شروع ہوجانیکے بعد بھی سُنّت پڑھ لو اگر امام بڑی بڑی سورتیں پڑھتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ سُنّت پڑھکر کم از کم ایک رکعت تو ضرور ہی مل جائیگی۔ مگر خوب یاد رکھنا کہ جماعت کے برابر یا اُسی کے پیچھے کھڑے ہوکر سُنّتوں کو پڑھنا سخت مکروہ ہے کہیں ایک طرف علیحدہ کھڑے ہوکر پڑھو۔ اگر ایسا موقع نہ ملے تو چھوڑ دو فرض میں شریک ہوجاؤ۔ اگر یہ خوف ہو کہ سُنّت پڑھنے سے جماعت بالکل چھوٹ جائیگی تو سُنّت نہ پڑھو جماعت میں داخل ہوجاؤ۔ سمجھنے اور یاد رکھنے کے قابل مسئلہ۔ تم نے کسی وجہ سے جماعت سے پہلے فرض پڑھنے شروع کردیئے۔ اور پھر تکبیر ہوکر جماعت کھڑی ہوگئی تو تم کو اس نماز کو توڑ کر جماعت میں شریک ہوجانا

چاہیے۔ لیکن اس میں مغرب اور فجر کا حکم کچھ اور ہے اور ظہر عصر عشار کا حکم جدا ہے۔ اگر مغرب اور فجر کی نماز ہے تو خواہ ایک رکعت پڑھ چکے ہو یا ایک سے کم اُسی وقت توڑ کر جماعت میں شریک ہوجاؤ۔ البتہ اگر دو رکعت پڑھ چکے ہو تو نماز کو درمیان میں مت توڑو بلکہ پوری پڑھکر سلام دو۔ یہ حکم تھا مغرب اور فجر کا اور ظہر عصر عشار کا یہ حکم ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کرنے پائے تو اُسی وقت نماز کو توڑ کر جماعت میں مل جاؤ اور اگر ایک رکعت پڑھ چکے ہو تو اُس کی ساتھ دوسری ملاکر دو رکعت پہ سلام دیکر نماز ختم کرو اور پھر جماعت میں شریک ہوجاؤ۔ اِن وقتوں میں (یعنی ظہر عصر عشار میں) اگر تین رکعت پڑھ چکے ہو تو نماز کو توڑنا نہ چاہیئے بلکہ چاروں رکعت پڑھکر سلام دو اور دل چاہے تو نفل کی نیت سے جماعت بھی پڑھ لو مگر عصر کی وقت نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں ؛

فقیر راقم نے اس مسئلہ کو حسبِ مقدور صاف صاف لکھا ہے پھر بھی اگر سمجھ میں نہ آوے تو کتاب لیکر کسی عالم سے سمجھ لے ؛

عجیب مسئلہ اور حیلہ۔ اگر تم کسی وقت جماعت سے پہلے فرض شروع کر کے پوری رکعتیں پڑھ چکے صرف التحیات باقی ہے اس وقت جماعت کے تکبیر ہونے لگی دل میں شوق ہوا کہ فرض تو جماعت ہی سے پڑھتے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ یہ اخیر کی التحیات نہ پڑھو پانچ یا چھ رکعت پڑھ کر التحیات پڑھو اور سلام دو۔ یہ نماز نفل ہوجائیگی اور فرض جماعت کی ساتھ پڑھنا لیکن فجر اور مغرب میں یہ تدبیر کرنا جائز نہیں ۔

حدیث شریف کی ایک عمدہ روایت اور عجیب قصہ اذان کیمتعلق

مدینہ منورہ تشریف لیجانے کے آٹھ سال بعد ایک دفعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے ایک منزل پر جنگل میں ٹھیرے ہوئے تھے نماز کی وقت مؤذن نے اذان کہی قریب کے گاؤں میں سے کافروں کی لڑکے جو لشکر کا تماشا دیکھنے آگئے تھے دلی عداوت اور لڑکپن کی حماقت سے اذان کی نقلیں اتارنے اور شور مچانے لگے آپنے کئی آدمی بھیجے کہ اِن سب کو پکڑلاؤ۔ اُنھوں نے سب کو لاکر آپکے سامنے بٹھلا دیا۔ آپنے فرمایا کہ بتلاؤ سب سے زیادہ کون چلا رہا تھا۔ سب نے ایک لڑکے کی طرف جسکو ابو محذورہ کہتے تھے اشارہ کر کے کہا کہ یہ تھے لڑکوں نے بات واقعی کہی تھی۔ آپنے سب کو چھوڑ دیا اور ابو محذورہ کو ٹھیرالیا اور کہا کہ کھڑے ہو کر اسی طرح اذان پکارو جس طرح نقلیں اتار رہے تھے۔ ابو محذورہ کو آپکے پاس ٹھیرنا اور اذان کہنا بہت ہی ناگوار تھا مگر ناچاری کو کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا حضرت مجھے تو یاد نہیں آپنے بتلانا شروع کیا اللہ اکبر تو ابو محذورہ نے خوب پکار کے بلند آواز سے کہا کیونکہ عرب کے کافر اگرچہ بہت سے بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے تھے

مگر خدائے تعالیٰ کو سب کا افسر اور سب سے بڑا جانتے تھے مگر جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آپ نے بتلایا تو ابو محذورہ نے بہت پست آواز سے صرف آپ کے خوف سے کہدیا کیونکہ یہ بات اُن کے اعتقاد کے خلاف تھی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے دھمکا کر فرمایا کہ بلند آواز سے کہو مجبوراً بلند آواز سے کہنا پڑا اسیطرح اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو آہستہ سے کہنے لگے اس لئے کہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہ مانتے تھے اس لئے آپکے سخت مخالف اور دشمن تھے آپ نے پھر ڈانٹا تو انہوں نے اسکو بھی جبراً قہراً بلند آواز سے کہا اور آخر تک آپکی تعلیم کے موافق اذان تمام کی (اس اذان کی کچھ ایسی برکت ہوئی کہ اُن کے دل میں ایمان آگیا) پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اُنکی پیشانی اور پیٹ پر ناف تک مَل دیا۔ اور دعا پڑھدی۔ اس کا ایسا مبارک اثر ہوا کہ پورا ایمان نصیب ہوگیا اور جو کچھ کراہت اور بُرائی اسلام کی طرف سے دل میں تھی سب کافور ہوگئی اور ان کو ایک تھیلی میں رکھکر کچھ چاندی بھی عطا فرمائی اور اُنکو مکہ معظمہ کا مؤذن مقرر فرما دیا چنانچہ یہ آپکے ارشاد کے موافق مکہ میں جاکر تمام عمر اذان کہتے رہے۔

سبحان اللہ کیا برکت ہے اذان کی اور کیا پاک اور متبرک اثر تھا صحبت با برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذن تھے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینۂ منورہ اور مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاص مؤذن تھے آپ نبوت کے شروع زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ کسی شخص کے غلام تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرید کر اُن کو آزاد کردیا تھا۔ مکہ میں سب سے پہلے اپنے اِسلام کو اُنھوں نے ظاہر کیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دمشق میں جارہے تھے ۶۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ دوسرے مؤذن مدینے کے ابنِ ام مکتوم تھے جن کا نام عمر تھا اور حضرت خدیجہ[ل] رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے آپ نابینا تھے حضرت بلال رضؓ کے ساتھ آپ کی باری مقرر رہتی تھی کبھی وہ رات کی اذان کہتے یہ دن کو کہتے کبھی یہ رات کو وہ دن کو۔ جنگ قادسیہ[ق] میں شہادت پائی۔

ل خدیجہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ ہیں آپکا مفصل حال احقر کا رسالہ الصالحات میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲

ق قادسیہ ایک مقام ہے کوفہ سے دو منزل اور بغداد سے پانچ منزل۔ وہاں کی جنگ جو حضرت عمر رضؓ کے وقت میں ہوئی مشہور ہے اسکو قادسیہ اسلئے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اُسجگہ پہنچے تو ایک بوڑھی عورت نے آپکا سر خوب دھویا جو وہ ہیں دھو گیا تھا۔ آپ نے خوش ہوکر فرمایا قُدِّسْتِ مِنْ اَرْضٍ یعنی ای زمین خدا تجھ کو بزرگی اور پاکی دے جب ہی سے قادسیہ مشہور رہے۔

تیسرے مؤذن ابو محذورہ تھے جن کے اسلام کا حال ابھی گذر چکا ہے نام اُسکا سمرۃ یا اوس تھا
نہایت ہی خوش آواز تھے جس وقت سے آپ نے مکہ معظمہ میں مؤذن مقرر فرما دیا تھا ہمیشہ
وہیں رہے اور اذان کہتے رہے ۵۹؁ھ میں وہیں وفات پائی - پھر اُن کی اولاد میں
سے مؤذن مقرر ہوتے رہے ؏
چوتھے مؤذن سعد القرظ تھے جو مسجد قبا میں آپ کے حکم سے کبھی کبھی اذان پُکارتے تھے
حجاج بن یوسف کے زمانے (۷۴؁ ہجری) تک زندہ رہے۔ قُبا ایک جگہ کا نام ہے
جو مدینہ سے تین میل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر شنبہ کے روز وہاں تشریف
لے جایا کرتے تھے اور کبھی کسی اَور دِن بھی۔ قبا کی مسجد کے نمازیوں کی قرآن مجید میں تعریف آئی
ہے کہ بڑے پاک صاف لوگ ہیں ؏
اے پاک خداوند طہارتِ ظاہری و باطنی پاویں اِس رسالہ کے مؤلف و ناظرین و
سامعین - آمین برحمتک یا ارحم الراحمین -

تتمہ

مسائلِ ضروریہ بطورِ تتمہ

مسئلہ، مسافر جب سفر میں نماز پڑھے تو اذان و تکبیر کہہ لے اگرچہ تنہا ہو اذان کی برکت
سے فرشتے آکر اُس کے شریک ہو جائیں گے۔ اگر اذان و تکبیر دونوں نہ کہے اور صرف تکبیر
کہہ لے تب بھی جائز ہے۔
مسئلہ، اگر کسی کی دس نمازیں قضا ہو گئیں اُن سب کو اگر چاہے تو ایک وقت میں ادا
کر سکتا ہے۔ مثلاً ظہر کے وقت فرصت ملی تو اُسی وقت سب نمازیں ادا کر سکتا ہے مگر ہاں
ترتیب سے ادا کرے یعنی پہلے فجر کی اُس کے بعد ظہر عصر مغرب عشاء۔ یہ کوئی ضرورت نہیں کہ عشاء
کی نماز عشاء ہی کے وقت قضا کرے یا ظہر کی ظہر کے وقت کرے بلکہ جب چاہے ادا کر سکتا ہے
پس جو شخص دس پانچ نمازیں ایک وقت میں ادا کرنا چاہتا ہے اُسکو چاہیئے کہ اُن
میں سے صرف ایک کیلئے اذان کہہ لے جس کو دل پڑھتا ہے۔
مسئلہ، اگر مسجد کے تمام نمازیوں کی نماز قضا ہو گئی یا سفر میں تھے اور سارے قافلہ

کی نماز قضا ہو گئی تو اذان و تکبیر کہکر اُس کو جماعت سے ادا کریں۔

مسئلہ۔ اگر تم شہر میں رہتے ہو اور محلّہ کی مسجد میں اذان ہوتی ہے تو اگر تم کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھتے ہو تو اذان نہ کہو۔ محلّہ کی اذان کافی ہے اگر کسی ایسے منحوس گاؤں میں رہتے ہو جہاں اذان نہیں پُکاری جاتی تو تم اپنی نماز کے وقت پُکار دیا کرو۔ اگر حاکم کی طرف سے اذان پکارنے کی ممانعت ہے تو ایسی طرح پُکارو کہ باہر آواز نہ جائے بلکہ چاہیئے کہ ایسی جگہ رہنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جاکر رہو۔

مسئلہ۔ مؤذن کو چاہیئے کہ ہرگز کوئی اذان وقت سے پہلے نہ پکارے خصوصاً رمضان المبارک میں مغرب اور فجر کے وقت خوب احتیاط اور غور سے وقت پہچانکر اذان پُکارے اگر عمداً آفتاب غروب ہونے سے پہلے اذان کہے گا تو تمام لوگوں کے روزے خراب ہونے کا وبال اس کے ذمہ رہے گا۔ اور صبح کو اگر صبح صادق ہونے سے پہلے جان بوجھکر اذان پکار دیگا اور لوگ اس کے بھروسہ پر سحر کھانا چھوڑ کر تکلیف اُٹھاویں گے تو اُس کا گناہ اُس کی گردن پر رہے گا۔

مسئلہ۔ اگر رمضان میں کسی نے غلطی سے صبح ہونے سے پہلے اذان پُکاری تو اس کے بعد کھانا پینا بلاشبہ درست ہے جب تک صبح صادق نہ ہو جائے۔

مسئلہ۔ اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا ثبوت صحیح حدیثوں سے بالکل نہیں۔

مسئلہ۔ اذان کے وقت باتیں کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ جمعہ کے روز جو پہلے اذان ہوتی ہے۔ اُس کے بعد خرید و فروخت کرنا بہت مکروہ ہے ہرگز نہ چاہیئے۔

مسئلہ خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی ہے اُس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ خطیب کے بہت قریب یا اُس کے سامنے ہی کہی جاوے۔ ایسی طرح ہونی چاہیے کہ لوگ مطلع ہو جائیں۔

مسئلہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اُس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں کان میں تکبیر و اقامت

چند اشعار مشتمل برمضمون احادیث شریفہ

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی ۔

کہا اُس نے ہوں ایک بندہ خدا کا ؛ اگر بھول جاؤں تو دو مجھکو تبلا

لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ ابن مریم انما انا عبد اللہ ورسولہ ۔

ذرا بچتے رہنا نہ وہ حال کرنا ؛ کیا پہلے لوگوں نے جو انبیا کا ؛ نہ کہنا خبردار جیسے کہا تھا ۔

نصاریٰ نے عیسیٰ کو بیٹا خدا کا

یا فاطمہؓ بنت محمدؐ انقذی نفسک من النار سلینی من مالی

ماشئتِ لا اُغنی عنکِ من اللہ شیئاً

ڈرا کر کے بیٹی کو جس نے کہا تھا ؛ بچا آپ کو آگ سے جانِ بابا

یہاں مانگ لے مجھسے جو مانگنا ہے

لمن الملک الیوم ؛ للہ الواحد القہار

وہاں میری شرکت نہیں اور نہ ساجھا

ذرا غصہ فرما کے حق یوں کہیگا ؛ بھلا ہے کوئی آج ساجھی ہمارا

غضب ربی غضباً لم یغضب مثلہ قبلہ

غضب کی ہو جب شان ظاہر تو پھر واں ؛ کسے تاب ہو گفتگو کا ہو یارا ۔

فاقع ساجداً ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع ۔ ؛ وہی جاکے سجدے میں رکھے گا سر کو

وہ اُمت کا حامی وہی حق کا پیارا ؛ خداوندِ عالم کہے سر اُٹھاؤ ؛ سوال آج پورا کریں گے تمہارا ۔

احقر نے اِس رسالہ کو لکھکر اپنے دو مخدوم ومکرم بڑے اُستاد یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب محدث مدرس اوّل مدرسۂ اسلامیہ دیوبند ادام اللہ فیوضہم اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعلیٰ مدرسۂ موصوفہ دامت برکاتہم کو سُنایا۔ دونوں حضرات نے تمام مسائل کی تصدیق اور مضامین پر خوشنودی ظاہر فرمائی ۔

فالحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ
سیدنا محمد وآلہ واصحابہ الطاہرین ۔

فقیر
سید اصغر حسین حسنی حنفی اویسی
دیوبندی عفا عنہ رب المشرقین

تمت